اداریہ

انتخاب خلافت ثالثہ ۔ خوف امن سے بدل گیا

جماعت کے دل میں نئے خلیفہ کی محبت قائم کرنا صرف خدا کا کام ہے

سچی خلافت کی ایک نمایاں علامت یہ ہے کہ وہ خوف کو امن سے بدلتی ہے۔اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ نبی یا خلیفہ کی وفات پر اس کی جماعت جس غم ،صدمہ اور بے پناہ دکھ سے دوچار ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نئے خلیفہ کے ذریعہ اس خوف کو امن اور تسکین سے بدل دیتا ہے۔خلافت احمدیہ کی 108 سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے 52 سال خلافت کی۔آپ کی وفات کوئی معمولی صدمہ نہیں تھا۔ دشمن خواہشمند تھے کہ اب یہ جماعت تتر بتر ہوجائے۔مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے جماعت کو سنبھال لیا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انتخاب خلافت،اس سے قبل اور مابعد کے چند واقعات جلسہ سالانہ انگلستان 1967ء کے موقع پر بیان فرمائے۔30 جولائی 1967ء کے اس خطاب کے چند مختصر حصے احباب کی خدمت میں پیش ہیں۔آپ نے حضرت مصلح موعود کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وہ دن ہمارے لئے قیامت سے کم نہیں تھا۔لیکن ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ہم اس کی رضا میں راضی ہوئے۔ ہم نے اس کے حضور یہ عرض کی کہ اے خدا دکھ تو بڑا پہنچا ہے مگر ہم تیری رضا اور مرضی پر خوش ہیں تو ہمیں اکیلا نہ چھوڑیو۔ ہر دل کی یہی صدا تھی اور دنیا کی نگاہ میں ایک ناقابل تسلیم بات ہمیں یہ نظر آئی کہ فجی کے بسنے والے اور امریکہ کے رہنے والے، انگلستان کے رہنے والے، دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے احمدی خواہ پاکستانی ہوں یا غیر پاکستانی۔مرد وعورت جن میں بعض پرانے احمدی تھے اور بعض نئے، ان سب کے خیالات کی رو ایک ہی راستہ پر چل رہی تھی۔ان دنوں میں نے ہزار ہا خطوط وصول کئے ہیں تین باتیں ہر ایک خط میں مشترک تھیں۔

1۔پہلی تو یہ کہ ہمیں سخت اندوہ اور غم ہے کہ ہمارا سردار ہم سے جدا ہوگیا۔

2۔دوسری بات یہ کہ ہمیں فکر ہے کہ اس نئے دور میں جماعت کوئی غلطی نہ کر جائے۔

3۔تیسرے انتخاب خلافت کے بعد ہمارے دل اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر سے لبریز ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا فضل کیا۔ایک قیامت کے دور سے گزرتے ہوئے بھی وہ ہمارا راہبر رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی خط جسے ساری جماعت کو Dictate کروایا جا رہا تھا۔ یہ چیز کسی معجزہ سے کم نہیں۔اس دن ایک اور نظارہ بھی جماعت نے دیکھا۔ ربوہ میں 40,35 ہزار کے قریب آدمی موجود تھے۔ ہر دل زخم خوردہ ہر آنکھ نم دار تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں کو تسلی دلانے کے لئے خدا تعالیٰ کے فرشتے نازل ہو رہے ہیں۔

حضرت مصلح موعود کے وصال سے قبل مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ کسی معاملہ میں سارا خاندان یک جہتی کا مظاہرہ کرے گا۔اس خواب کی کسی حد تک تعبیر مجھے معلوم ہوگئی تھی لیکن پوری تعبیر اس وقت معلوم ہوئی جب انتخاب خلافت ہوا۔انتخاب سے قبل خاندان مسیح موعود کے جو ممبر انتخاب میں حسب قواعد حصہ لے سکتے تھے ان سب نے فیصلہ کیا کہ ہم انتخاب کے وقت آخر میں سب سے پیچھے بیٹھیں گے اور خدا تعالیٰ ساری جماعت میں سے جس کو خلیفہ بنائے گا اسے متفقہ طور پر قبول کرلیں گے اور اس کی پوری پوری اطاعت کریں گے۔

پھر انتخاب کا وقت آیا۔ میں اپنی کیفیت میں تھا۔بعض باتوں کا مجھے علم بھی نہیں ہوا۔ جب انتخاب ہوگیا اور کسی شخص نے مجھے آکر کہا کہ اٹھئے آپ کا انتخاب ہوگیا ہے تو پھر مجھے علم ہوا۔

یہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ایک آدمی جسے اس وقت جماعت کوئی بہت بڑا بزرگ یا عالم یا بڑا آدمی نہ سمجھتی تھی خدا تعالیٰ نے اسے اٹھایا اور کرسیٔ خلافت پر بٹھا دیا۔ اگر بندوں کے اختیار میں ہوتا تو جماعت جسے بزرگ سمجھتی تھی اسے بٹھا دیتی۔لیکن خدا نے کہا کہ آج تمہاری نہیں چلے گی۔ بلکہ میں ایک شخص کو جو تمہاری نظر میں کم تر اور ناکارہ ہے اٹھاؤں گا یہ اسی کی طاقت ہے نہ کسی انسان کی۔

خلیفہ وقت کی طاقت کا راز یہ ہے کہ وہ اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ اس کی اپنی کوئی طاقت نہیں۔ خلیفہ وقت کے علم کا راز یہ ہے کہ اس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ میرا اپنا ذاتی کوئی علم نہیں۔

میں نے گزشتہ دنوں مقاصد حج بیت اللہ سے متعلق جو آٹھ خطبات دیئے تھے جو ''انوار قرآنی'' کی شکل میں چھپ چکے ہیں۔ یہ سارا علم خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سیکنڈ میں دے دیا تھا۔ایک بجلی سی کوندی اور مجھے ساری سکیم سمجھا دی گئی۔ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ ان خطبات کے تیار کرنے میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہوگی۔ میں نے کہا مجھے تو کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ جب جمعہ آتا ہے کہ تو خدا تعالیٰ خود مضمون میرے دل میں ڈال دیتا ہے۔ ہاں اس علم کے بعد اقتباسات اور حوالہ جات حاصل کرنے میں کچھ محنت کرنی پڑتی ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

اس دن خدا تعالیٰ نے یہ ایک عجیب معجزہ دکھایا کہ میرے جیسے ناکارہ شخص کو جماعت کا خلیفہ بنا دیا۔فرشتوں نے ہر احمدی کے دل کو کھول دیا اور اس میں وہ محبت پیدا کردی جو پہلے وہاں موجود نہیں تھی۔ جب انتخاب ہوگیا تو (بیت مبارک) سے باہر کھڑے ہوئے ہزاروں لوگ ایک دم اندر آنے شروع ہوئے اور ایک ابتری سی پیدا ہوگئی۔ اس وقت **میں نے اعلان کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ میری یہ آواز (بیت مبارک) سے باہر لنگر خانہ تک پہنچی اور کھڑے ہوئے لوگ فوراً بیٹھ گئے۔**

مجھے خلافت کے انتخاب کے چھ سات مہینوں کے بعد لاہور سے ایک شخص کا خط آیا۔جس نے لکھا کہ انتخاب خلافت سے قبل مجھے آپ سے سخت نفرت تھی جس دن انتخاب ہونا تھا کہ انتخاب سے کچھ وقت پہلے نماز کے وقت آپ کو کھڑا ہونے کے لئے موزوں جگہ نہ ملی البتہ اگر میں چاہتا تو آپ کو اپنی جگہ دے سکتا تھا **لیکن میں نے کہا کہ اس شخص کو جوتیوں میں کھڑا رہنے دے۔ لیکن اب میری یہ حالت ہے کہ اگر حضور مجھے تندور میں چھلانگ لگانے کا حکم دیں تو میں دریغ نہ کروں گا۔** یہ تبدیلی اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا نشان ہے۔ جماعت کے دل میں یہ تبدیلی پیدا کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

(الفضل 9۔اگست 1967ء)

صادق کی صحبت سے یقین اور ایمان ملتا ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

''پس وہ عظیم ذریعہ جس سے ایک چمکتا ہوا یقین حاصل ہو اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو۔ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے وجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں۔ خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک قادر مطلق اور عالم الغیب تمام صفات کاملہ سے موصوف خدا ہے۔

ابتداء میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے تو اس کی باتیں بالکل انوکھی اور نرالی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں گو دل ان کی طرف کھنچا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اندر کی گندگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے۔ صادق کی باتیں ان کو دور کر کے اسے جلا دینا چاہتی ہے۔تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو۔جیسے جب کبھی کسی آدمی کو مسہل دیا جاتا ہے تو دست اور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گڑگڑاہٹ پیدا کر دیتی ہے اور تمام مواد ردّیہ اور فاسدہ کو حرکت اور جوش دے کر باہر نکالتی ہے۔اسی طرح پر صادق ان ظنّیات کو دور کرنا چاہتا ہے اور سچے علوم اور اعتقاد صحیحہ کی معرفت کرانی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے۔ ناگوار اور ناقابل عمل معلوم ہوتی ہیں لیکن آخر سچائی غالب آجاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مر جاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشوونما پانے لگتی ہیں۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 22)

☆..........☆..........☆

مکرم مامون الرشید ڈوگر صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایک شفیق باپ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی احمد نگر میں زرعی زمین کے ساتھ ہماری زمین بھی تھی اور اس طرح ہمیں ہمسائیگی کا شرف حاصل تھا۔ حضور انور (خلافت سے قبل) اکثر اپنی زمینوں پر سائیکل پر جایا کرتے اور اس طرح حضور انور سے ملاقات و سلام کا شرف حاصل ہوتا رہتا تھا۔ ایک دن میں اپنی زمین سے سائیکل پر کچھ سامان لے کر ربوہ آرہا تھا (یہ قریباً 1978ء کی بات ہے جبکہ میں بی اے کا طالبعلم تھا) کہ پیچھے سے حضور نے خاکسار کے کندھے کو ہلا کر کہا کہ چلو سائیکل ریس ہو جائے۔ خاکسار نوجوان تھا اس لئے جوش میں آکر پوری قوت سے سائیکل ریس شروع کردی کبھی ڈنڈے پر کھڑے ہوکر تو کبھی گدی پر بیٹھ کر۔ غرض ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر حضور کی گرد کو بھی نہ پا سکا۔ انہوں نے مجھے گزوں سے فرلانگ کی لیڈ (Lead) دے دی۔

بیت مبارک سے پہلے والے موڑ پر مین روڈ سے حضور انور اپنے گھر کی طرف مڑا کرتے تھے۔ حضور وہاں کھڑے ہو کر میرا انتظار کرنے لگے۔ خاکسار جب وہاں پہنچا اور جب سانس کچھ درست ہوئی تو استفسار فرمایا کہ آپ کے دادا کا کیا نام ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ ماسٹر چراغ محمد صاحب آف کھارا۔ فرمایا کہ رفقاء کے ساتھ ہمیشہ حضرت کا لفظ استعمال کرتے ہیں (اس طرح نہایت پیار سے میری اصلاح بھی فرمادی) اور ساتھ ہی بتایا کہ وہ میرے بھی استاد تھے اور بڑے ہی پیار سے حضرت دادا جان کے واقعات سنانے لگے۔ میں شرمندہ بھی ہو رہا تھا کہ میاں صاحب اتنے بڑے بزرگ اور مصروف الاوقات ہونے کے باوجود میرے ریس میں ہارنے کی وجہ سے سڑک پر کھڑے ہو کر میری دلجوئی فرما رہے تھے۔

آپ نے حضرت دادا جان سے متعلق ایک بات بتائی جس کا مجھ پر ابھی تک اثر ہے۔ بتایا کہ آپ کے دادا جان نے اس زمانے میں اچھی تعلیم حاصل کی اور پھر حضرت مصلح موعود کی تحریک پر ایک اعلیٰ نوکری کی پیشکش کو چھوڑ کر قادیان سکول میں چند روپوں پر استاد ہو گئے اور پھر بڑے زور سے فرمایا کہ ہمارا خدا اپنے بندے کی چھوٹی سی قربانی کے لئے بھی بڑی غیرت رکھتا ہے اور فرمایا کہ ان چند روپوں نے آج حضرت ماسٹر صاحب کی اولاد کے گھروں کو روپوں سے بھر دیا ہے اور پھر پوچھا کہ بتاؤ آج آپ کے خاندان میں حضرت ماسٹر صاحب کے بچوں کے پاس کتنی گاڑیاں ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ جی تین۔ فرمانے لگے دیکھو یہ بھی احمدیت کی سچائی کا ایک نشان ہے۔

کچھ سالوں کے بعد جب آپ خلیفۃ المسیح بنے تو خاکسار پہلی ملاقات کے لئے دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خاکسار نے ملاقات کے دوران عرض کیا کہ خاکسار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی تحریک پر کہ مجھے بی اے، بی ایس سی اور ایم اے، ایم ایس سی کے واقفین چاہئیں درخواست دے رکھی ہے۔ تحریک سے قبل کمیشن کے امتحان میں شامل ہونے کی وجہ سے اب کمیشن کی کال بھی آگئی ہے۔ فرمانے لگے آرمی میں جا کر کیا کرو گے۔ میجر سے اوپر تو ترقی ہوگی نہیں۔ اس لئے آپ چوہدری ظہور احمد صاحب ناظر دیوان کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ تمہاری وقف کی فائل مجھے بھجوادیں۔

خاکسار چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحب کا پیغام دیا اور تعارف کروایا۔ آپ نے بہت شفقت اور پیار سے بٹھایا اور فرمایا کہ میں بھی آپ کے دادا جان کا شاگرد ہوں اور ساتھ کہا کہ کل آنا۔ خاکسار جب دوبارہ چوہدری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمانے لگے کہ اس تحریک کے ذمہ دار مکرم مرزا غلام احمد ہیں مگر انہیں آپ کی فائل نہیں مل رہی اور ساتھ کہنے لگے کہ جٹ زمیندار طبیعت کے لئے وقف کوئی آسان امر نہیں ہے۔ تم نے نیت کرلی ہے اللہ قبول کرے گا اور خدمت دین کے کافی مواقع بغیر وقف کے بھی مل جائیں گے۔

خاکسار دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ دفتر والوں کو فائل نہیں مل رہی۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ باہر چلے جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میری نہ تو کوئی واقفیت ہے اور نہ ہی کوئی اوقات تو ویزہ کیسے ملے گا۔ آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلوایا اور ہدایت دی کہ تبشیر کو کہیں کہ اس کو ویزہ لے دیں اور ساتھ فرمایا کہ جرمن ایمبیسی میں مسز فاران احمد ہیں اگر ایمبیسی میں جائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا۔

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا خط لے کر میں وکیل التبشیر مکرمی مسعود جہلمی صاحب کے دفتر حاضر ہوگیا۔ انہوں نے پوچھا کہ ان دنوں کس ضلع میں بطور مربی کام کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ میں تو مربی نہیں ہوں۔ کہنے لگے کہ تبشیر تو صرف مربیان یا واقفین زندگی کے ویزے لگواتی ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ تو پھر اس خط پر لکھ دیں تاکہ میں یہ واپس پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو دے دوں۔ اس پر کہنے لگے۔ چلو بیٹھو! پھر انہوں نے مجھے دو خط دیئے ایک جرمن ایمبیسی کے نام اور دوسرا سوئٹزر لینڈ کی ایمبیسی کے نام۔ خاکسار کو میرے پیارے آقا کی غیر معمولی عنایات کی وجہ سے ویزے ملے اور پھر سویڈن میں بزنس ویزہ اور مستقل ویزہ لینے میں حضور انور کی بیشمار دعائیں اور راہنمائی قدم قدم پر میرے ساتھ رہی۔

یہ 91-1990ء کی بات ہے جبکہ حضور انور کے دورہ سویڈن کے دوران دوسرے شہروں سے افراد جماعت کی ایک بڑی تعداد یوتھے بوری میں تھی۔ ملاقات پر مجھ سے استفسار فرمایا کہ کتنے افراد گھر میں ٹھہرائے ہیں۔ تعداد بتانے پر پوچھا کہ کتنا بڑا گھر ہے۔ میں نے عرض کی کہ حضور دو بیڈروم ہیں اور ساتھ ہی عرض کیا کہ دل میں اتنی جگہ ہے کہ ابھی اور بھی سما سکتے ہیں۔ جس پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ساتھ ہی دعا دی کہ اللہ بڑا گھر دے۔ اس رحیم و کریم خدا نے آپ کی دعا پر چند ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ لفظاً لفظاً پورا کردیا۔

میری شدید خواہش تھی کہ جو گھر خدا تعالیٰ نے ہمیں حضور انور کی دعا کی قبولیت کی بدولت عطا فرمایا ہے اس میں حضور انور بھی تشریف لائیں۔ ایک دورہ کے موقع پر دعوت دی تو حضور انور نے بیشمار مصروفیات کے باوجود از راہ شفقت منظور فرمایا اور تشریف لائے۔ ایک ایک کمرے میں گئے اور دلجوئی فرماتے رہے۔ حضور انور صوفہ پر تشریف فرما ہوئے تو میں ساتھ کھڑا تھا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ میں زمین پر بیٹھ گیا تو اس پر مجھے فرمایا کہ میرے ساتھ بیٹھو۔ مجھ ہیچمدان کے ساتھ یہ سلوک اور عزت افزائی۔ اللہ اللہ کیا شان تھی اس وجود میں! اے اللہ تو اس عظیم انسان پر اپنی ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرما۔ آمین

حضور انور سے جب بھی ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی ایک انتہائی شفیق باپ کی طرح لندن آنے کا مقصد پوچھتے۔ بیگم کا اور بچوں کا حال پوچھتے۔ کاروبار سے متعلق پوچھتے اور کبھی کبھی ہدایات سے بھی نوازتے۔ کیا پیار اور محبت کا سلوک تھا اپنے غلاموں کے ساتھ!

ایک ملاقات کے دوران میں نے عرض کیا کہ حضور میری پانچ بیٹیاں ہیں اور کوئی بیٹا نہیں۔ میں اپنے تئیں خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ میری ایک نسبت آپ سے بھی ہے۔ (خدا جانے مجھ سے ایسی بات کیسے ہوگئی)۔ آپ مسکرائے اور پھر بیٹیوں کی وجہ سے گھر میں برکتوں کا ذکر فرمایا۔ پھر بیٹیوں کی عمریں پوچھیں اور ساتھ فرمایا کہ اگر کہیں کوئی رشتہ پسند ہوا اور کہلوانا ہوا تو مجھے بتانا۔ یہ سب ذرہ نوازیاں تھیں اور آپ کے احسانات ورنہ بندہ عاجز اور حقیران الطاف کریمانہ کا کس طرح مستحق ہوسکتا تھا۔

بیت ناصر یوتھے بوری جماعتی ضروریات کے لئے چھوٹی ہوگئی تھی اور اس کی توسیع کا معاملہ زیر غور تھا۔ حضور انور بیت ناصر میں تشریف فرما تھے اور آپ نے اپنی موجودگی میں ایک تعمیر کمیٹی تشکیل فرمائی اور اس کا صدر خاکسار کو مقرر فرمایا۔ بیت ناصر کی زمین حکومت سے 100 سالہ لیز پر لی گئی تھی۔ فرمایا کہ پہلے اپنی جگہ خریدیں پھر تعمیر کا پروگرام بنائیں۔ دو سال تک تگ و دو کے بعد کونسل نے بیت الذکر کی جگہ کو ہمیں 1.3 ملین کرونز میں فروخت کا فیصلہ کیا۔ خاکسار حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوا اور کونسل نے فروخت کے لئے جو رقم بتائی تھی عرض کی۔ فرمایا مناسب قیمت ہے فوراً لے لیں۔ خاکسار نے اپنی ناسمجھی اور ناعاقبت اندیشی سے بجائے فوری تعمیل ارشاد کی بجائے عرض کیا کہ حضور اگر اجازت دیں تو مزید سودے بازی کرلوں۔ فرمایا کہیں زمین نہ گنوا بیٹھنا۔ پھر کچھ توقف فرمایا (عاجز کا یقین ہے کہ آپ نے اس دوران دعا کی) اور پھر کھڑے ہوگئے۔ میں سمجھا کہ ملاقات ختم ہوگئی ہے اس لئے فوری طور پر باہر جانے کے لئے کھڑا ہوگیا۔ حضور اپنی کرسی سے میری طرف تشریف لائے اور معانقہ کا شرف بخشا اور زور سے اپنے سینے کے ساتھ بھینچ کر فرمایا سودے بازی کی اجازت ہے۔ اللہ! اللہ! نہ صرف ایک حقیر غلام کی جسارت کو معاف فرمایا بلکہ دعا کے ساتھ اجازت مرحمت فرما کر غلام کی دلجوئی بھی فرمائی۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی قبولیت دعا کا اعجازی نشان دکھایا اور ہمیں زمین ہماری خواہش والی قیمت یعنی صرف پانچ لاکھ میں خدا تعالیٰ نے عطا فرمائی۔

تعمیر بیت ناصر کے دوران ساری جماعت نے اور خاص طور پر تعمیر کمیٹی نے ہر لمحہ، ہر مشکل اور پریشانی میں حضور انور کی دعاؤں کے طفیل اپنے پیارے اللہ، اپنے پیارے مولا اور اپنے سچے بادشاہ کی تائیدات و نصرت کو ہمیشہ اپنے ساتھ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ازدیاد ایمان کے لئے اس دنیا میں اپنے سب سے پیارے وجود خلیفۃ المسیح کی قبولیت دعا کے نظارے ہمیں دکھائے۔ الحمد للہ

حضور انور کی بیماری کے آخری ایام تھے۔ خاکسار ملاقات کے لئے حاضر خدمت اقدس ہوا۔ آپ کی صحت دیکھ کر بغیر کچھ بولے میرے آنسو نکل گئے۔ حضور نے سمجھا کہ مجھے کوئی پریشانی ہے۔ بے چین ہو کر استفسار فرمایا کہ کیا پریشانی ہے۔ سب خیریت ہے۔ میں اپنے دل کی کیفیت کا اظہار نہیں کرسکتا تھا۔ میں نے عرض کی کہ سب خیریت ہے۔ بس آپ کو دیکھ کر دل بھر آیا۔ اس پر آپ نے تسلی دی۔ پیار کیا اور پھر کھڑے ہو کر میرا ایک ہاتھ اپنے ایک ہاتھ میں لے کر اور میرا دوسرا ہاتھ اپنی کمر کے گرد لپیٹ کر دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیا اور پھر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہا کہ فوٹو لیں۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ خدا کے اس پاک و مطہر اور مقدس وجود کے ساتھ میری یہ آخری ملاقات اور آخری تصویر ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اپنے محبوب ترین محمد رسول اللہ ﷺ کا قرب و محبت عطا ہو۔ آمین

☆..............☆..............☆

مکرم محمد احسن سعید صاحب

میرے والد مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب

میرے والد مکرم ڈاکٹر سعید احمد صاحب ابن مکرم مولوی سردار فیروز الدین صاحب امرتسری انسپکٹر تحریک جدید (واقف زندگی) مورخہ 26 جون 2012ء کو وفات پا گئے۔

آپ گزشتہ 24 برس سے میر پور خاص میں بطور سیکرٹری اصلاح وارشاد خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کو 1960ء تا 2012ء جماعت کے مختلف عہدوں پر کام کرنے کا موقع ملا۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 1960ء میں حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر وقف کیا اور نگر پارکر سندھ میں سب سے پہلے احمدیت کا پودا لگانے کی توفیق پائی، جس کا ذکر تاریخ احمدیت جلد نمبر 20 صفحہ 37 پر کچھ اس طرح موجود ہے۔

ہندوؤں میں دعوت الی اللہ کے نتائج

1960ء میں تحریک وقف جدید کی طرف سے پاکستان کے ہندوؤں میں دعوت الی اللہ کا عملی قدم اٹھایا گیا جس کے بہت شاندار نتائج جلد جلد ظاہر ہونے لگے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد نے وقف جدید کی ایک رپورٹ میں تحریر فرمایا کہ:۔

حضرت المصلح الموعود کی دیرینہ خواہش تھی کہ ہندوؤں میں (دعوت الی اللہ) کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ چنانچہ اس عاجز کو بھی حضور نے بارہا ہدایت فرمائی کہ وقف جدید کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہئے۔ ان ہدایات کی روشنی میں ایسے علاقوں کے معلمین کو جہاں ہندو اقوام پائی جاتی ہیں بار بار اس طرف توجہ دلائی جاتی رہی۔ لیکن چند سال پہلے تک کوئی خاطر خواہ اور امید افزاء نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ چنانچہ 1960ء میں یہ تجویز کی گئی کہ احمدی تربیت یافتہ کمپونڈروں میں تحریک کی جائے کہ وہ اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کریں اور اپنے خرچ پر ہندو علاقوں میں جا کر رہائش اختیار کریں۔ جہاں طبی پریکٹس کے ذریعہ گزر اوقات کا سامان کرنے کے ساتھ ساتھ (دعوت الی اللہ) کا کام بھی کرتے رہیں۔

اس تحریک کے نتیجہ میں مکرم محمد سعید صاحب ابن مکرم فیروز الدین صاحب انسپکٹر مال تحریک جدید نے اپنے آپ کو پیش کیا اور ضلع تھر پارکر سندھ کے ریگستانی علاقہ میں نہایت ہی مشکل اور نامساعد حالات میں کئی سال تک آنریری طور پر فریضہ (دعوت الی اللہ) ادا کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ان کی اس قربانی کو مثمر بثمرات حسنہ فرمایا اور 1961ء میں پہلی مرتبہ اس علاقہ کی اچھوت اقوام میں چار دوستوں کو قبول (دین حق) کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کامیابی کے نتیجہ میں وقف جدید کو وہاں ایک مرکزی بستی میں باقاعدہ مرکز کھولنے کی توفیق ملی۔ جہاں ایک نو (احمدی) ہومیو ڈاکٹر نثار احمد راٹھور کو بطور معلم مقرر کیا گیا۔ اگرچہ اس مشن کے قیام کے بعد چند سال تک تو نہایت مایوس کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اور مذکورہ نو (احمدیوں) کے ساتھ ان کے عزیز و اقارب کے انتہائی سخت اور نفرت آمیز سلوک سے ڈر کر مزید بیعتیں ہونا بند ہو گئیں تاہم وقف جدید نے نصرت الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے وہاں کام بند کرنے کی بجائے اسے مزید تقویت دینی شروع کر دی اور مکرم مولوی محمد شریف صاحب معلم حلقہ نوکوٹ کو بھی وہاں نثار احمد کے ساتھ تمام علاقے کے دورے پر بھجوایا گیا۔ اس دورے کی رپورٹ نہایت امید افزا تھی، چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت کے مطابق حالات کا بذات خود جائزہ لینے کے لئے اس عاجز نے بھی اس علاقہ کا دورہ کیا اور شدت سے محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعض اچھوت اقوام (دین حق) کے بہت قریب آ چکی ہیں اور بعید نہیں کہ ہم جلد اس علاقہ میں یدخلون فی ...... کا نظارہ بچشم خود دیکھ لیں۔ چنانچہ اس دورہ کے بعد اس مشن کو اور آگے بڑھا کر دیہاتی علاقوں میں منتقل کر دیا گیا اور معلمین کی تعداد بھی مستقل طور پر ایک کی بجائے تین کر دی گئی۔ الحمد للہ کہ اس کے بہت ہی خوش کن نتائج پیدا ہوئے اور آج تک وہاں تین مختلف دیہات میں 191 ہندو (دین حق) قبول کر چکے ہیں اور دن بدن (دین حق) کی طرف ان کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ دن بدن تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے (دعوت الی اللہ) اور تربیتی کام کے پیش نظر عنقریب اس مشن کو اور تقویت دینی پڑے گی اور مزید مراکز کھولنے پڑیں گے۔ اس وقت ہمارے سامنے فوری مسئلہ نو (احمدیوں) کی ٹھوس تربیت کا مسئلہ ہے۔ جس کیلئے معلمین کو بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ (دین حق) کی طرف توجہ اتنی بڑھ گئی ہے کہ دور دور کے دیہات سے بھی مطالبے آنے شروع ہو گئے ہیں کہ ہمیں بھی (دین حق) کے بارے میں معلومات بہم پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔ احمدیت کی کامیابی کا علاقے میں عام چرچا ہے اور میر پور خاص کے غیر از جماعت اخبارات بھی استحسان کے رنگ میں ہندوؤں میں (دین حق) کے (دعوت الی اللہ کی) کامیابیوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ چونکہ اس علاقہ میں غیر معمولی اخراجات برداشت کئے بغیر کام کو وسعت نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے آئندہ سال کے لئے وقف جدید کی مد میں احباب جماعت کی مالی قربانی بہت حد تک اس کا فیصلہ کرے گی کہ کام کو مزید کتنی وسعت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور نصرت پر بھروسہ رکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ اگر ہمیں اس علاقہ کی طرف مزید توجہ دینے کی استطاعت ہو تو تھوڑے ہی عرصہ میں ہزارہا کی تعداد میں غیر اقوام (دین حق) میں داخل ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اس وقت ایک زندگی بخش آسمانی ہوا وہاں چل رہی ہے۔ وہاں کے انچارج معلم نثار احمد راٹھور نو (احمدی) کے ایک تازہ خط کا اقتباس احباب کی دلچسپی کے لئے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

''ان دنوں یہاں کام اچھا چل رہا ہے۔ لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں۔ سات بیعتیں آج ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ بیس پچیس بیعتیں اور بھی ہیں جو پھولپورہ سے میں بھجواؤں گا۔ اسی طرح سے بیعتوں کا سلسلہ مختلف گوٹھوں سے شروع ہے۔ رشید احمد (چتر بھج) کی گوٹھ کولی ویری سے بھی دو تین گھر احمدی ہوئے ہیں۔ گوٹھ کولی ویری کے اردگرد کافی چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں اس لئے کولی ویری میں بھی ایک معلم کا رہنا ضروری ہے۔ پھولپورہ چھوڑ کر باہر نزدیکی گاؤں جن میں احمدی ہوئے ہیں وہاں جا نہیں سکتا۔ اس پھولپورہ میں بھی اکیلا معلم ناکافی ہے کیونکہ مریض وغیرہ باہر سے لوگ کثرت سے آتے ہیں اس لئے ایک معلم تو ان میں ہی مصروف رہتا ہے اور گاؤں والوں کی تربیت بھی کرنی ہوتی ہے اس لئے وہ معلم پھولپورہ میں دو معلموں کی ضرورت ہے ایک مقامی طور پر رہے اور ایک پانچ میل کے حلقہ میں مختلف گوٹھوں میں جائے اور رات کو واپس سنٹر میں آئے۔ مکرم محمد شریف صاحب کھوکھر کو تار دیا جائے تاکہ جلد واپس آ جائیں۔ یہاں پر کام بڑھ رہا ہے۔ ازاں سوا ایک اور معلم کو بھی بھجوایا جائے۔

حالانکہ کافی لوگ اس علاقہ کے سندھ سے چلے گئے ہیں لیکن احمدی ہونے کے لئے پھر بھی کافی موجود ہیں اور یدخلون ...... کی رو چل رہی ہے۔ رکی نہیں۔''

پھر ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔ پچھلے دنوں جو چند شر انگیز لوگوں نے طوفان بدتمیزی بپا کیا تھا اور ہماری مخالفت چھڑ گئی تھی اس کا نتیجہ خدا تعالیٰ نے بہت ہی اچھا نکالا کہ ان ہی کے گاؤں میں ہماری جماعت قائم ہو گئی ہے اور دو تین گھر احمدی ہو گئے ہیں۔ ازاں سوا اور بھی ترقی ہوئی ہے اور یہاں شہر کے لوگوں کا اور بھی ہمارے ساتھ رابطہ قائم ہو گیا ہے اور آج کل بہت ہی اچھا ماحول ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ مخالفت کی شدت کے بعد پھر ابر باراں برسنے لگا ہے اور لوگ کھینچے چلے آ رہے ہیں۔ شکر الحمد للہ

اس وقت اچھوت قوم کا کافی رجحان احمدیت کی طرف ہے اور ان کے لیڈر سننے میں آیا ہے کہ صلاح مشورے کر رہے ہیں کہ ہم ہندو دھرم کے گڑھے سے نکلیں اور آثار بھی ایسے نظر آ رہے ہیں کہ اب ہمیں بہت ہی جلد ترقی ہوگی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میرے اچھوت بھائیوں کو اچھوت پنے کی لعنت سے جلد از جلد رہا فرمائے۔ آمین

پھولپورہ جماعت کے نمائندگان جو جلسہ پر آئے تھے وہ تو بہت ہی اچھا اثر لے کر آئے ہیں اور حقیقت میں ان کے یہاں آنے کے بعد ہی لوگوں کی توجہ اس طرف ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب جلد ہی کچھ جماعتیں اور بھی قائم ہو جائیں گی۔ جن کیلئے معلمین کی بھی ضرورت ہوگی جو تھوڑی بہت سندھی جانتے ہوں اور علاج معالجہ اچھا کر سکتے ہوں۔

اس علاقہ کے ایک کونے سے ابتداء ہوئی ہے اور اب ہمیں جلد از جلد پورے علاقہ میں (دعوت الی اللہ) کا جال پھیلا دینا چاہئے۔

خودنوشت حالات زندگی

خاکسار کے آباؤ اجداد کا تعلق ہندو بنسی خاندان منہاس راجپوت سے تھا۔ ان میں سے ایک بزرگ نے جن کا نام ماہی تھا، نے حضرت شمس الدین صاحب تبریزؒ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ ہمارے خاندان میں پیر پرستی، قبروں پر چڑھاوے اور گیارہویں کی رسومات مروج تھیں۔ گردش زمانہ کی وجہ سے ہمارے بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے ماجھ ضلع امرتسر انڈیا سکھوں کے علاقہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ ہمارا سارا گاؤں سکھوں کا تھا۔ اس گاؤں میں علیحدہ ایک محلّہ مسلمانوں کا تھا۔ صرف ایک مسجد اور چند برائے نام نمازی تھے۔ ہمارے بزرگوں کے پاس اراضی کم تھی۔ اکثر لوگ تاجر پیشہ تھے ہمارے خاندان میں سپاہ گیری کا جذبہ موجزن تھا۔ خاکسار کے دادا چوہدری فقیر محمد علاقہ کی منڈی مویشیاں میں مشہور ترین انعام یافتہ تاجر تھے۔

میری پیدائش شناختی کارڈ کے مطابق 1940ء میں اودھو ننگل منگل ضلع امرتسر میں ہوئی۔ ہمارا گاؤں قادیان سے 12 میل کے فاصلہ پر تھا۔ خاکسار کا نام خاکسار کے والد کی درخواست پر حضرت مصلح موعود نے سعید عطا فرمایا تھا۔

خاکسار کے والد نے احمدیت 1934ء میں قبول کی تھی، سب سے پہلے جلسہ قادیان میں خاکسار مکرم والد صاحب کی گود میں بیٹھ کر شامل ہوا تھا۔ سال یاد نہیں رہا، البتہ جلسہ کا کچھ نظارہ یاد ہے۔

1947ء میں پارٹیشن کے بعد جماعتی نظام کے تحت براستہ بٹالہ لاہور بخیریت پہنچ گئے تھے۔ کچھ دیر لاہور میں قیام کے بعد چک 596 گ۔ب صریح ضلع فصل آباد میں رہائش پذیر رہے، مکرم والد صاحب پنجاب رجمنٹ میں فوج میں سروس میں رہے ہیں، اس کے بعد کشمیر کے محاذ پر فرقان فورس میں بحیثیت لیفٹیننٹ رہ چکے ہیں۔ میرے چچا نے خاکسار کو سکول میں داخل کروایا تھا، لہٰذا عمر اندازے سے لکھوائی گئی تھی۔

پرائمری تک تعلیم چک 596 گ۔ب صریح میں حاصل کی، بعد ازاں مڈل تک کنگ معراج مڈل سکول سے تعلیم حاصل کی، میٹرک اسلامیہ ہائی سکول جڑانوالہ سے پاس کیا، مکرم وکیل غلام صاحب شاد بھی کنگ معراج سکول میں زیر تعلیم تھے، مڈل سکول میں میرے پیارے استاد مکرم چوہدری منظور احمد صاحب نے بڑی محنت اور پیار سے پڑھایا غضب کے داعی الی اللہ تھے، حافظہ نہایت ہی تیز تھا، سبق یاد نہ ہونے پر سزا بھی اچھی دیا کرتے تھے اور پیار بھی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان

کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

میٹرک پاس کرنے کے بعد خاکسار نے کچھ عرصہ تک مکرم ڈاکٹر محمد انور صاحب صدر جماعت جڑانوالہ کی کلینک میں خدمات سرانجام دیں، نہایت مخلص اور پیار کرنے والے وجود تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

اس کے بعد ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد سے ڈسپنسر کا کورس مکمل کیا اور پاکستان میڈیکل روز مولیٹ پاکستان فلیکلٹی لاہور سے امتحان پاس کیا، بعدازاں خاکسار نے ٹی آئی کالج ربوہ میں سروس کے لئے درخواست دی۔ حضرت میاں ناصر احمد صاحب ان دنوں پرنسپل تھے، اسی اثناء میں الفضل میں اعلان ہوا کہ وقف جدید میں آنریری ڈسپنسروں کی ضرورت ہے، خاکسار نے کالج سے درخواست واپس لا کر وقف جدید میں دے دی جو محض خدا تعالیٰ کے فضل سے منظور ہوگئی۔ حضرت مصلح موعود کی خواہش تھی کہ کوالیفائیڈ ڈسپنسر سندھ کے ریگستانی علاقے میں دعوت الی اللہ کا کام بھی کریں اور اپنا روزگار بھی خود کمائیں، حضرت صاحبزادہ مرز اطاہر احمد صاحب ان دنوں ناظم ارشاد وقف جدید تھے، خاکسار کو انہوں نے سندھ جانے کیلئے ایک چٹھی مکرم عبدالرحمٰن صدیقی ڈویژنل امیر اور دوسری چٹھی ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے نام دی۔ خاکسار نے دفتر وقف جدید سے قرض کے طور پر 40 روپے وصول کئے جو قسط وار واپس کر دیئے گئے، ان دنوں حضرت مصلح موعود علیل تھے۔ دعا کی غرض سے اپنے والد صاحب کے ساتھ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ خاکسار حضرت مصلح موعود کی خواہش کے مطابق سندھ جا رہا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ازراہ نوازش چند نصائح سے نوازا جو مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ ڈسپنسری ڈاکٹری کی پہلی سیڑھی ہے محنت اور جانفشانی سے کام سیکھیں اور کریں۔

2۔ غرباء اور اچھوت مریضوں سے محبت اور شفقت سے پیش آئیں، دوائی کوشش کر کے سستی تجویز کی جائے۔

3۔ صرف خدا پر بھروسہ رکھیں اور انسانوں سے پیار کریں۔

4۔ خلیفہ وقت اور بزرگان دین حق کو دعا کے لئے لکھتے رہیں۔

5۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے گھبرانے کی بجائے دعا سے کام لیں اور بزرگان سلسلہ اور حضور سے رہنمائی حاصل کریں۔ بعدازاں حضرت میاں صاحب نے دعا کروانے کے بعد اجازت مرحمت فرمائی۔

خاکسار پہلے میر پور خاص مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی صاحب ڈویژنل امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مکرمی امیر صاحب نہایت شفقت سے پیش آئے، کچھ دن قیام کے بعد خاکسار نوکوٹ مکرم ڈاکٹر محمد یونس صاحب کے پاس حاضر ہوا، آپ نے بڑی شفقت کا اظہار فرمایا، خاکسار گھر سے اتنی دور اس ابتدائی عمر میں کہیں نہیں گیا تھا لہٰذا خاکسار کے لئے سندھ کا ماحول، کلچر، بولی، رہن سہن، بالکل نیا اور حیران کن تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کافی ہمت دلوائی، ان دنوں نوکوٹ سے نگر پارکر تک کیکڑے (بڑے ٹرک) چلنے شروع ہو گئے تھے اس سے قبل نوکوٹ سے نگر پارکر تک سفر بذریعہ اونٹ کیا جاتا تھا جو کافی کٹھن اور لمبا بھی تھا یہ کیکڑا بارہ ایک بجے دوپہر نوکوٹ سے روانہ ہو کر پانچ، چھ گھنٹے بعد مٹھی پہنچتا تھا۔ پہلے تجارتی سامان اور اس کے اوپر مسافر بیٹھتے تھے۔ فرنٹ میں چند سیٹیں مسافروں کیلئے تھیں، اس تکلیف دہ سفر کرنے کے بعد مٹھی پہنچے، وہاں پر سٹاپ پر ایک ہوٹل تھا، وہاں پر کھانا کھا کر آٹھ بجے دوبارہ کیکڑا آٹھ بجے نگر پارکر کے لئے روانہ ہوا۔ ساری رات آہستہ آہستہ اور کبھی کبھی ٹھہرنے کے بعد صبح فجر کے بعد نگر پارکر پہنچا۔ نگر پارکر کا ماحول بالکل انوکھا تھا، ریتلا اور پہاڑی علاقہ، ذرائع آمدورفت محدود، ضروریات زندگی نایاب، وہاں کی لوکل بولی صرف پارکری اور کچھ سندھی بھی تھی، یہ دونوں زبانیں مشکل ترین تھیں۔ خاکسار نے وہاں پہنچ کر دفتر وقف جدید اور حضور اقدس کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھے۔ شروع میں بڑی گھبراہٹ ہوئی اور حضور اور بزرگوں کی دعاؤں سے عوام سے واقفیت اور تعلقات استوار ہونے شروع ہو گئے۔ نگر پارکر سے کچھ فاصلے پر پھول پورہ ایک گاؤں تھا۔ اس میں کوہلی ہندو قوم کثرت سے آباد تھی وہاں کے مرد عام طور پر کچھ تعلیم یافتہ تھے اور ملنسار بھی تھے۔ ان لوگوں سے طبی لحاظ سے خدا کے فضل سے اچھا تعلق پیدا ہو گیا ان کے بزرگوں نے خاکسار سے کہا کہ ایک دن آ کر ہمارے گاؤں میں مریض دیکھا کریں، ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے اور آپ سے ہر قسم کا تعاون کیا جائے گا، لہٰذا خاکسار نے اتوار کے دن وہاں پر کیمپ لگانا شروع کر دیا، اتوار کے دن گاؤں والے ایک تیز رفتار اُونٹ بھجوا دیتے تھے اور خاکسار کو وہاں جانے میں کافی سہولت پیدا ہوگئی۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں سے خاکسار کا رابطہ اس علاقہ میں وسیع ہوتا گیا۔ اتوار کے دن کثرت کے ساتھ مریض اس کیمپ میں آنے لگے۔ وہاں پر ایک بزرگ مہرو پٹیل تھے ان کو ان مریضوں کی مہمان نوازی کا موقع ملتا تھا۔ جنگل میں منگل ہو جاتا تھا، کبھی کبھی دوائی وغیرہ کی بھی مدد کر دیتے تھے۔ جب خاکسار عرض کرتا کہ آپ کو کافی تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے کہ تکلیف تو آپ نے پنجاب سے آ کر ہمارا علاج کر کے کی ہے، ہم تو خوش قسمت ہیں، کافی اثر ورسوخ والے نڈر بزرگ تھے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کو قبول کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ 1961ء میں چار نومبائعین نے خاکسار کے ساتھ مرکز میں جلسہ سالانہ دیکھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضور ان دنوں صاحب فراش تھے، حضور نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو چند نصیحتیں فرمائیں اس گفتگو میں خاکسار نے جو حضور نے نومبائعین سے کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دیئے، کیونکہ یہ لوگ سندھی یا پارکری زبان میں بات کر رہے تھے۔ 1965ء میں جب حضرت مصلح موعود کی وفات ہوئی خاکسار ان دنوں نگر پارکر میں تھا۔ اس کے علاوہ خاکسار کو اسلام کوٹ، مٹھی ڈگری، جیمس آباد، سامارو، پتھورو، ڈھورونارو، دولت لغاری کے علاقہ میں ڈسٹرکٹ کونسل کے شفاخانہ میں سروس کرنے کی توفیق ملی۔ 1970ء میں خاکسار مٹھی میں تھا یہاں پر جماعت کا ایک کچا کمرہ تھا، بطور مشن ہاؤس استعمال ہوتا تھا۔ مکرم مولانا گل محمد صاحب معلم انچارج تھے۔ مکرم ناصر احمد اور مکرم ہودا احمد ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ 1971ء میں پاک بھارت جنگ کی وجہ سے مٹھی سے ہجرت کرنا پڑی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے گورنمنٹ کی طرف سے سواری کا انتظام ہو گیا تھا۔ مکرم گل محمد صاحب اور خاکسار کے بچے بھی ساتھ بحفاظت خدا کے فضل سے نوکوٹ پہنچ گئے۔ ٹرینوں کا سسٹم بھی اپ سیٹ تھا، تقریباً پانچ چھ دن میں مرکز پہنچے۔

خاکسار جب پتھورو میں تھا وہاں پر خاکسار کی مخالفت ہوگئی۔ مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی صاحب امیر جماعت ازراہ نوازش وہاں پر آئے اور خاکسار کی مدد فرمائی۔ 1971ء میں جب خاکسار بچے لے کر نہ گیا تو دعا کی غرض سے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے ازراہ شفقت بلوا کر اس علاقہ کے حالات دریافت فرمائے اور نومبائعین کے حالات دریافت فرمائے۔ پاکستان کا نقشہ حضور کی میز پر پڑا تھا۔ حضور نے اس علاقہ کے بارے میں خاکسار سے چند سوالات کئے۔ خاکسار نے 1960ء سے میر پور خاص میں گزارا مگر جماعت سے رابطہ میں رہے، 1975ء میں خاکسار دولت لغاری میں آیا، اس وقت سے خاکسار کا گہرا تعلق جماعت میر پور خاص سے ہو گیا۔ مکرم سیف علی شاہد سابق امیر جماعت میر پور خاص کی شفقت سے خاکسار کو جماعت کی خدمت کا موقعہ ملنا شروع ہوا اور ان کا تعاون بھی شامل رہا اس کے علاوہ سب سے زیادہ شفقت کا سلوک خاکسار سے مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی صاحب، مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب شہید اور مکرم چوہدری نور احمد صاحب سابق امیر ضلع سے ملا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 6: کھرالہ میں احمدیت کا نفوذ

اعتراض نہ لگی لیکن میرے بیعت کرنے میں ایک چیز روک بن گئی کہ ہمارے مولوی تو کہتے ہیں کہ معراج کے واقعہ میں رسول پاک ﷺ جسم سمیت آسمانوں پر گئے تھے جبکہ احمدی کہتے ہیں کہ یہ ایک غیر معمولی کشفی واقعہ تھا۔ نہ خود بیعت کی اور نہ ہی چچا کو کرنے دی اور بیعت کئے بغیر ہی واپس گاؤں آ گئے۔ چند دن کے بعد میرے چچا مولوی فتح محمد صاحب رات کے وقت گھر سے چلے گئے اور قادیان جا کر بیعت کر کے واپس آ گئے۔ گھر میں ان کی بیعت کا کسی نے نوٹس نہ لیا ان کی بیعت کے تقریباً چھ ماہ بعد مجھے بھی بیعت کرنے کی توفیق حاصل ہوئی اور معراج کے بارے میں تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے۔

میری بیعت کے کچھ عرصہ بعد میرے والدین نے بھی بیعت کر لی۔ والد صاحب کا نام مکرم عبدالکریم ڈوگر اور والدہ محترمہ کا نام عمر بی بی صاحبہ تھا۔

والدین کی بیعت کے کچھ عرصہ بعد میرے دادا جان چوہدری سمندا ڈوگر صاحب نے بھی بیعت کر لی۔ ان کی بیعت حضرت سید نذیر حسین شاہ صاحب آف گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کے ذریعہ ہوئی۔ محترم شاہ صاحب رفیق حضرت مسیح موعود تھے۔ ہمارے گھر میں گاؤں کی نمبرداری کئی نسلوں سے چلی آ رہی ہے۔ میرے دادا جان اپنی مہمان نوازی، غریب پروری، مظلوم اور کمزوروں کا ساتھ دینے، اپنی اصول پسندی اور بہادری کی وجہ سے اردگرد کے دیہات میں نیک شہرت رکھتے تھے۔ شاید انہی اوصاف کی وجہ سے انہیں احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

خاکسار کے والد محترم مکرم غلام محمد ڈوگر صاحب کو احمدیت قبول کرنے کی بناء پر اپنے گاؤں میں ہی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

مالی اور افرادی کمزوری کے باوجود محترم والد صاحب نے بڑی جرأت اور دلیری سے مخالفت کا مقابلہ کیا اور کسی بھی مخالفت کو کبھی خاطر میں نہ لائے محترم والد صاحب کی وفات جنوری 2001ء کو 90 سال کی عمر میں ہوئی اور قبرستان عام ربوہ میں مدفون ہیں۔

ہم پانچ بھائی اور دو بہنیں تھے۔ ان میں سے دو بھائی اور ایک بہن وفات پا چکے ہیں۔ بہنوں کی شادی والد صاحب نے اس وقت کے حالات کے مطابق غیر از جماعت رشتہ داروں میں کر دی تھی اس لئے بہنوں کی اولاد احمدی نہ ہوئی۔ والد صاحب کی نرینہ اولاد اور اولاد کی کل تعداد 45 ہے۔ جن میں سے 4 موصی اور 5 بچے وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہیں۔

خاکسار کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی مرکزی دفاتر میں بطور کارکن درجہ اول 24 سال کام کرنے کی توفیق ملی ہے جن میں سے 20 سال سے زائد عرصہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ میں کام کیا۔ خلافت ثالثہ کے آخری 8 ماہ خلافت رابعہ کا پورا دور اور خلافت خامسہ کے تقریباً دو اڑھائی سال کام کرنے کی توفیق ملی۔ دفتر PS میں حضور کی ڈاک کے اہم خطوط کا خلاصہ کرنے اور جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ربوہ رہے حضور کے دستخط والے خطوط لکھنے کی سعادت پائی۔

خاکسار کے ایک بڑے بھائی مکرم محمود احمد ڈوگر صاحب کو شاہدرہ ٹاؤن لاہور میں بطور سیکرٹری مال اور قائد خدام الاحمدیہ کام کرنے کی سعادت ملی۔ اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین

مکرم سید شمشاد احمد ناصر صاحب

صفائی اور نظافت ایمان کا حصہ ہے

پاکیزگی اور طہارت کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یوں ارشاد ہے کہ ''اِنّ اللّٰہ یُحبُ التوابین ...... کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی و نظافت اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ لیکن عموماً دیکھا گیا ہے باہر سڑکوں پر پانی، مچھر، مکھی، پتنگے ہر وقت بھنبھناتے رہتے ہیں، جوہڑوں اور تالابوں کے کھلے پانی میں جانور، کتے اور نہ جانے کون کون پانی پیتا ہے۔ جس طرف لوگ دیکھتے ہیں بیٹھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ بعد میں کچھ تو ہاتھ وغیرہ بھی نہیں دھوتے۔

حالانکہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ''النظافة من الایمان'' پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ بعض اور روایات میں ہے کہ آدھا ایمان ہے۔ یہ آدھا ایمان تو یوں ہی چلا گیا اور جو آدھا رہ گیا ہے وہ دوسرے ارکان دین بجا نہ لا کر ختم ہو گیا۔ پھر پلے کیا رہا؟ اس لئے ہمیں پاکیزگی اور اعلیٰ معیار اپنانے چاہئیں، صرف ظاہری صفائی ہی نہ ہو بلکہ باطنی پاکیزگی بھی ساتھ ساتھ ہو۔ جو کہ اصل مقصد ہے۔

بعض بزرگ پاکیزگی کے بارے میں بیان کیا کرتے تھے جب وہ دیکھتے کہ کسی کے رہن سہن، اٹھنے بیٹھنے کی جگہ وغیرہ صاف نہ ہوتی تھی تو انہیں ترغیب دینے کے لئے کہتے تھے کہ انسان کتے ہی سے سبق سیکھ لے۔ وہ بھی بیٹھنے کی جگہ دم ہلا ہلا کر صاف کر لیتا ہے۔ خیر یہ تو ذوقی بات تھی۔ اصل یہی ہے کہ انسان ظاہری صفائی کا بھی خیال رکھے اور باطنی کا بھی۔ صرف ایک کی طرف توجہ کافی نہیں، لیکن ظاہری صفائی سے باطنی صفائی ممکن ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں بعض اور نیکیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو احادیث میں ملتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

جب سو کر اٹھو تو ہاتھ دھونے چاہئیں اور کسی برتن میں بغیر ہاتھ دھوئے اپنے ہاتھ نہیں ڈالنے چاہئیں۔ بظاہر ایک معمولی سی بات ہے مگر نیکی یہی ہے کہ ہاتھ دھو کر پھر برتنوں کو چھوؤ یا کوئی کام کرو حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ نہ جانے سوتے میں آپ کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا۔ پس وجہ بھی بتا دی۔

بچوں کو بچپن ہی سے طہارت کے آداب سکھائے جائیں۔ مثلاً پیشاب پاخانے سے فراغت کے بعد ضرور پانی سے صفائی کی جانی چاہئے۔ بعض اوقات انسان فراغت حاصل کرنے بیٹھتا ہے تو خیال نہیں رہتا اور پیشاب کے چھینٹے واپس پیروں پر پڑتے ہیں جو کہ انسان کو گندا کرتے ہیں۔ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کا گزر قبرستان سے ہوا آپ کو کشفاً دکھایا گیا کہ دو قبر والے لوگوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ صحابہ میں سے بعض اس وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِن میں سے ایک آدمی کو صرف اس وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے کہ وہ پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا اور چھینٹیں اس کے پاؤں وغیرہ کو گندا کر دیتی تھیں۔ دوسرے شخص کو اس وجہ سے عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ چغل خور اور غیبت خور تھا۔ پس خدا تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے کہ خدا اپنی منہیات سے بچا کر رکھے۔

رفع حاجت یا پیشاب پاخانہ کرنے کے وقت آنحضرت ﷺ نے دعا بھی سکھلائی ہے وہ بھی پڑھنی چاہئے۔

اللّھم اِنی اعوذبك ......۔

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر قسم کی خبیث چیزوں یعنی ناپاک کاموں سے اور ناپاک خیالات سے اور جب بیت الخلاء سے باہر آئے تو پھر یہ دعا پڑھے یہ چھوٹی سی دعا ہے بعض جگہ بڑی دعا بھی آتی ہے۔

''غفرانك'' اے اللہ میں تیری مغفرت چاہتا ہوں۔

یہ بہت معمولی سی اور چھوٹی چھوٹی نیکیاں ہیں۔ مگر سنت نبوی کی پیروی کرنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

پاکیزگی اور طہارت میں ایک اور ضروری بات جو بہت اہم ہے وہ منہ کی صفائی بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ تو اس بات کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے اور امت کو بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔ مرض الموت میں بھی آپؐ نے مسواک منگوا کر دانتوں کی اور منہ کی صفائی کی۔ آپؐ تلقین فرماتے تھے کہ اگر امت پر گراں نہ گزرتا تو میں انہیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے (دانت صاف کرنے) کا حکم دیتا۔

اور پھر یہ حقیقت بھی ہے کہ دانتوں کی صفائی کرنے سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس لئے منہ کی اور دانتوں کی صفائی ازحد ضروری ہے، آج کل تو ٹوتھ پیسٹ اور دیگر کئی قسم کے منجن اور ادویات وغیرہ مارکیٹ میں آ چکی ہیں جس سے انسان با آسانی اپنے منہ کو صاف کر سکتا ہے، دانتوں کو صاف رکھ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ معمولی سی بات ہے مگر اس کے صحت پر بہت اچھے اثرات پڑتے ہیں۔ پھر فائدہ بھی انسان کا اپنا ہی ہے۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ پڑھے لکھے معاشرے میں تو اس کا قدرے احساس ہے مگر دیہاتی ماحول میں بہت کم احساس ہے۔ خصوصاً بچے تو اپنے دانتوں کو صاف نہیں کرتے۔ دیہات میں چونکہ ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا بہت کم رواج ہے اور پھر انہیں دانتوں کی صفائی کا احساس اور اس کے فوائد سے بھی چنداں آگاہی نہیں ہوتی جس کی وجہ سے وہ اس سے بہت غفلت برتتے ہیں جس کا نتیجہ سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ یہی عادت یعنی دانت نہ صاف کرنے کی پختہ ہو جاتی ہے۔ پھر اُن کے منہ سے بو بھی آنے لگتی ہے۔ دانت خراب ہونے لگتے ہیں اور پھر چھوٹی عمر میں ہی دانتوں کی کئی قسم کی بیماریاں آن گھیرتی ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو چاہئے کہ بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی دانتوں کی صفائی کی طرف توجہ دلائیں تاکہ صحت برقرار رہے۔ اگر گندے دانتوں سے غذا چبائیں گے تو وہ بھی بیماریوں کی محرک ہوگی۔ معدہ خراب ہوگا اور پیٹ کی بیماریاں بھی گھیر لیں گی۔ تو یہ ضروری بلکہ بہت ضروری ہے کہ دیہاتوں میں بھی اور ایسی جگہوں پر جہاں حفظان صحت کے اصولوں کا بہت سارے لوگوں کو علم نہیں دوسرے لوگ آگاہی کرائیں۔

دانتوں کی صفائی کے ساتھ ساتھ انسانی بدن کی صفائی غسل کے ذریعہ بھی ہونی چاہئے۔ ہر روز غسل ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہفتہ میں دو تین بار تو ضرور غسل کرنا چاہئے۔

ایک اور چھوٹی بات سر کے بالوں کو کنگھی کرنا اور سنوار کر رکھنا ہے۔ بالوں کو صاف ستھرا رکھنا، تیل لگانا، کنگھی کر کے رکھنا یہ بھی صحت کے لئے ضروری ہے۔

پھر ناخن ترشوانا ہے، اس سے بھی صفائی ہوتی ہے، اگر ناخن گندے ہوں گے تو یہ بھی صحت کے لئے مضر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ یہ فطرتی امر ہے کہ ناخن ترشوائے جائیں۔

اس معاشرہ میں نوجوان طبقہ خصوصاً بغلوں کے بالوں کی صفائی نہیں کرتا آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ یہ بھی فطری امر ہے کہ بغلوں کے بال صاف کئے جائیں۔ اِن بالوں کی صفائی نہ کرنے کے نتیجہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے اور اس سے بھی بیمار ہو جانے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ یہاں پر ترمذی شریف سے یہ روایت نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں (یعنی ان کو کرنا ایک فطرتی امر ہے اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے کہ یہ پانچ باتیں ضرور کی جائیں) زیر ناف بال صاف کرنا۔ ختنہ کرنا۔ مونچھیں کترنا۔ بغل کے بال صاف کرنا اور ناخن تراشنا۔ ایک دوسری حدیث میں دس باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں مونچھوں کا کترنا۔ داڑھی بڑھانا۔ پانی سے استنجاء کرنا۔ مسواک کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

(ترمذی کتاب الاستئذان)

پاکیزگی اور طہارت میں اور بھی کئی باتیں ہیں۔ اب اس موضوع کی آخری بات یہ عرض کرنی چاہوں گا جو کہ اگرچہ چھوٹی نیکی ہے کہ پبلک جگہوں اور بیوت الذکر میں کچا لہسن اور پیاز کھا کر نہ آیا جائے۔ پبلک جگہوں پر خصوصیت کے ساتھ انسان خوشبو لگا کر آئے یہ سنت رسول بھی ہے اور ثواب کا موجب بھی۔

☆............☆............☆

مکرم نصیر احمد ڈوگر صاحب

موضع کھیرالہ ضلع سیالکوٹ میں احمدیت کا نفوذ

ہمارا گاؤں کھیرالہ تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔ اس کی آبادی تقریباً سو، سوا سو گھروں پر مشتمل ہے۔ گاؤں کی نمبرداری لمبے عرصہ سے ہمارے پاس چلی آ رہی ہے۔ جماعتی انتظام کے تحت ہم جماعت احمدیہ داتا زیدکا میں شامل ہیں۔

ہمارے گاؤں کھیرالہ میں احمدیت کے آغاز کے بارہ میں جملہ معلومات خاکسار کے والد محترم غلام محمد ڈوگر صاحب کی میرے ساتھ بیان کردہ ہیں:

حضرت مصلح موعود کی خلافت کا زمانہ تھا ان دنوں ہمارے علاقہ میں مذہبی مناظرات جگہ جگہ ہوا کرتے تھے۔ میرے چچا مکرم فتح محمد صاحب اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے گرمیوں کا موسم تھا انہوں نے اپنی حویلی میں ایک کمرے کی چھت پر مسلسل چالیس دن تک رات کے وقت اللہ تعالیٰ سے احمدیت کی سچائی کے بارہ میں راہنمائی کے لئے دعائیں کیں۔ انہیں خواب میں کئی بار ایک بزرگ نظر آئے جنہوں نے احمدیت کی طرف راغب کیا۔ چنانچہ اسی سال جب دسمبر کا مہینہ آیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ آؤ ہم دونوں احمدیوں کا جلسہ سالانہ دیکھنے قادیان چلتے ہیں۔ یہ پارٹیشن سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چنانچہ ہم دونوں گھوڑی پر سوار ہو کر موضع کوٹلی امب والی (انڈیا) پہنچے جہاں ہماری رشتہ داری تھی۔ گھوڑی وہاں چھوڑی پھر وہاں سے امرتسر ریلوے سٹیشن تک پیدل سفر کیا۔ جب ریلوے سٹیشن امرتسر سے کچھ فاصلہ پر تھے تو قادیان جانے والی گاڑی روانہ ہو گئی ہم دوڑ کر بمشکل اس گاڑی میں سوار ہوئے اور قادیان بخیریت پہنچے۔ اگلے دن جلسہ شروع ہوا یہ جلسہ کا پہلا دن تھا اور ہم صبح سٹیج کے بالکل سامنے بیٹھ گئے تھے۔ میدان میں پرالی بچھائی ہوئی تھی سٹیج لکڑی کے شہتیروں کا بنا ہوا تھا۔ سردی کافی تھی جلسہ گاہ سامعین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود سٹیج پر تشریف لائے تو لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے۔ اور نعرے لگائے گئے۔ میرے چچا نے جب حضرت مصلح موعود کو دیکھا تو فوراً پکار اٹھے کہ یہ تو وہی شخص ہیں جو مجھے خواب میں ملے تھے یہ کہہ کر بیعت کرنے کے لئے آگے بڑھنے لگے کہ میں تو ابھی بیعت کرتا ہوں۔ میں نے انہیں جلدی سے بازو سے پکڑ کر بٹھایا کہ جلسہ سنیں اور اگر بیعت کرنا ہوگی تو دونوں اکٹھے کریں گے۔ تین دن ہم نے جلسہ بڑی توجہ سے سنا اور کوئی بھی بات قابل

باقی صفحہ 5 پر